ڈاکٹر صابر کلوروی

صوبہ سرحد کا پہلا صاحبِ دیوان اُردو شاعر
قاسم علی آفریدی

Abstract: - *Urdu language has significance that its development and overspreading is not limited to any particular area are community. Besides for remote region all people were also active to promote this. In this article the life and work of a poet Qasim Ali Afridi, born in 1769, hailing from the frontier province, have briefly been discussed. Despite being a solider he contributed a Diwan comprising Ghazal, Mukhammas and Rubayat. This is an informative article on the development of Urdu, in Frontier Province.*

صوبہ سرحد میں اردو شاعری کی روایت اتنی ہی قدیم ہے جتنی دکن اور شمالی ہند کی۔ اس روایت کی پہلی کڑی خوشحال خان خٹک (۱۰۲۲ھ تا ۱۱۰۰ھ) ہے جس کی ایک پشتو غزل میں اردو کے چند الفاظ موجود ہیں جس کا ذکر جمیل جالبی نے بھی کیا ہے نمونے کا ایک شعر:

پہ سینہ کنبرم داودہ مینہ پھر جاگی
حما اوستا محبت گورہ کیسے لاگی (۱)

کوئی بیس برس کے فرق کے ساتھ رحمان بابا کی شاعری میں بھی ہمیں بکثرت ایسے الفاظ مل جاتے ہیں جو اردو کے ہیں مثلاً ان کی غزل کا یہ مطلع:

بوصل تو مارا کجا ہات ہے
کہ وصلے تو خیلے بڑی بات ہے (۲)

فارغ بخاری نے ''ادبیات سرحد'' میں ایک اور پشتو شاعر حیدر پشاوری کا ذکر کیا ہے۔ اُس نے کوئی آٹھ دیوان مرتب کئے جو مرورِایام کے ساتھ ضائع ہو گئے۔ فارغ صاحب نے موصوف کا کچھ کلام بھی اپنی کتاب میں شامل کیا ہے، جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

پسِ مردن جو نکلیں حسرتیں میری دھواں ہو کر
بنی ہیں شامیانہ قبر پر اک آسماں ہو کر
لڑکپن میں نزاکت ہے، ادا ہے چلبلا پن ہے
غضب ڈھائے گا یہ نامِ خدا اک دن جواں ہو کر
اگرچہ عمر میں ہفتاد سالہ پیر ہے لیکن
غزل کہتا ہے حیدر آج بھی کیسا جواں ہو کر (۳)

اس کلام کو دیکھ کر یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ حیدؔر پشاوری کا زمانہ (۱۷۲۶۔۱۸۰۰) کے بعد کا زمانہ ہے کیوں کہ زبان کی جو صفائی اس کے ہاں دیکھنے کو ملتی ہے وہ اس دور کی زبان کا خاصہ نہیں ہے۔

اردو کے پشتون شعراء میں معزاللہ خان مہمند (وفات ۱۱۱۴ ہجری) کا ذکر بھی ضروری ہے جو افغاںؔ تخلص کرتا تھا۔ اس کے دیوان سے اردو کے چند اشعار پیشِ خدمت ہیں۔

جس نے جو دیکھا روئے تو دیوانہ ہو رہا
آئینہ خانہ تجھ سوں پری خانہ ہو رہا
پکڑے تمہارے بال اپن ہات موں تبھی
شمشاد تا دو زلف ترا شانہ ہو رہا
تیری کٹاری پرم کی دل موں میرے لگی
پیتا لہو ہوں دل میرا مے خانہ ہو رہا (۴)

ان اشعار سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ معزاللہ خان مہمند کے کلام میں قدیم دکنی زبان کا رنگ ڈھنگ موجود ہے جو ہمیں سَب رس کی یاد دلاتا ہے۔

فارغ بخاری نے ادبیات سرحد میں دو (۲) اور قدیم شعراء کا ذکر بھی کیا ہے، جن میں ایک غلام قادر قدیر تھے ان کا زمانہ (۱۷۴۰ تا ۱۸۴۰) ہے۔ ان کی زبان سلجھی ہوئی ہے اور مضامین میں خاصا تنوع اور تخیل میں ندرت پائی جاتی ہے۔

قیس پشاوری (۱۷۶۱ تا ۱۸۲۸) بھی اسی دور کا شاعر ہے۔ جس نے فارسی، عربی اور اردو تینوں زبانوں میں شاعری کی ہے۔ موصوف کا تعلق پشاور سے تھا اور مولوی محمد عثمان اصل نام تھا۔

قاسم علی آفریدی بھی سرحد کی اردو شاعری کی ایک کڑی ہے۔

قاسم علی آفریدی کا اصل وطن ''آخورکوئیا'' تھا۔ جو درۂ آدم خیل (کوہاٹ) کے قریب پہاڑ کے دامن میں واقع تھا۔ اس کا پردادا ''الف خان'' اپنے علاقے کا ملک تھا۔ قاسم علی آفریدی رسالہ ''آفریدی'' میں اپنے اجداد کے بارے میں درج ذیل معلومات فراہم کرتے ہیں۔

''الف خان ملک متعلقہ اخور کوئیا کہ پدر جد بزرگوار منظہر بود ۔۔۔آمدن از ملک ولایت در ممالک ہندوستان و سکونت درزیدن اینجا الف خان در ملک ولایت در علہ صوبہ پشاور یعنی پشور کہ نام شہر مسطور ما سبق از پیدائش حضرت آدم و حوا علیہ السلام باکرام بود بفاصلہ دہ کردہ از مقام پشور و نیزاز کوہاٹ قریب قریب ''سنڈا لسبنا'' یعنی سنڈا لسبنا دشت و ہامون در دامان کوہستان ولایت مذکور جائیست شنبدم ۔۔۔ "(۵)

اس رسالے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قاسم علی آفریدی کے پردادا نے یہیں انتقال کیا۔ چونکہ اُس

وقت اس کے دادا کی عمر بہت کم تھی لہٰذا وہ مخالفین کی عداوت کا نشانہ بن گئے۔ حالات یہاں تک پہنچے کہ یہ چاروں بھائی یہاں سے ہجرت کر کے ۱۱۱۹ھ (۱۷۰۷ء) اکبر آباد کے مضافات میں ''دھول پور باڑی'' چلے گئے لیکن کچھ عرصہ کے بعد یہ جگہ چھوڑ کر مرشد آباد میں لال باغ میں مقیم ہو گئے۔ لیکن یہاں بھی زیادہ دیر تک رہنا نصیب نہ ہوا اور فرخ آباد ہجرت کی۔

قاسم علی آفریدی کا والد برہان خان فن حرب و سپہ گری میں مہارت رکھتا تھا اور اردو، پشتو، فارسی، ترکی زبانوں کا ماہر بھی تھا۔

قاسم علی آفریدی صوبہ سرحد کا پہلا پشتون شاعر ہے جس نے اردو کا ایک دیوان بھی چھوڑا ہے۔ آفریدی کی پیدائش کا سال ۱۱۸۳ھ (۱۷۶۹ء) ہے (۶) تاہم اُس کے سال وفات کے بارے میں ہمیں کسی ماخذ سے کوئی مصدقہ اطلاع نہیں ملتی۔ تصوف کے موضوع پر اُس نے جو آخری رسالہ لکھا اس پر سنہ تحریر ۱۲۲۵ھ درج ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ۱۲۲۵ھ کے بعد کسی وقت فوت ہوا۔ قاسم علی آفریدی کے کلام کا جو قلمی نسخہ برٹش میوزیم میں موجود ہے۔ اس کے کاتب کلام الدین نے نسخے کے ترقیمے میں آفریدی کے لئے ماضی کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ یہ قلمی نسخہ ۱۲۳۱ھ میں مکمل ہوا۔ جس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ قاسم علی آفریدی ۱۲۳۱ھ سے قبل وفات پا چکا تھا۔ فارغ بخاری نے سال پیدائش ۱۷۶۳ اور سال وفات ۱۸۳۲ متعین کیا ہے۔

قاسم علی آفریدی کے بارے میں سب سے اہم اور مستند ماخذ خود موصوف کا رسالہ ''آفریدی'' ہے جو قلمی ہے۔ اس رسالے میں قاسم علی آفریدی نے ۱۲۲۵ تک کے حالات لکھے ہیں۔ اس رسالے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قاسم علی آفریدی نے ۱۲۲۵ تک چھ ۶ کتب مکمل کر لی تھیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ دیوانِ آفریدی (پشتو)

۲۔ خواب نامہ بزبانِ افغانی (پشتو ۱۲۳۰ھ)

۳۔ دیوانِ آفریدی (بزبانِ ہندی رواج ملک ہندوستان)

۴۔ آفریدی نامہ (اس رسالے میں فارسی، پشتو، کشمیری، ہندی اور انگریزی زبان کے مترادف الفاظ

کی ایک فہرست دی گئی ہے)

۵۔ شفاعت نامہ (سلسلہ قادریہ کے خلفاء کے نام اور مناقب درج ہیں)

۶۔ رسالہ آفریدی (خودنوشت) بزبانِ فارسی

فرخ آباد میں وہ نواب قائم خان بہادر کا مصاحب رہا۔ پھر انگریزوں کی عمل داری میں اضافہ کے باعث فرخ آباد چھوڑ کر شاہ جہاں آباد میں نواب ضابطہ خان کا رسالہ دار مقرر ہوا۔ ۱۷۷۸ء میں فوت ہوا۔ اس وقت قاسم علی آفریدی کی عمر نو ۹ برس تھی۔

تصوف کے موضوع پر آفریدی نے جو رسالہ لکھا اس میں اپنے آپ کو سلسلہ قادریہ میں بیعت بتایا ہے۔ قاسم علی آفریدی نے ریاست اودھ میں نواب آصف الدولہ اور سعادت علی خان کا دور دیکھا۔ قاسم علی آفریدی نے نواب آصف الدولہ کی ملازمت اختیار کی۔ نواب آصف الدولہ کے انتقال کے بعد وہ نواب سعادت علی خان کے دربار میں بھی ملازم رہا۔ ملازمت کا یہ تمام عرصہ پچیس ۲۵ سال پر محیط ہے۔ ۱۲۱۷ھ میں وہ آگرہ چلا گیا اور مختلف شہروں کے چکر کاٹتا رہا۔ آخری عمر میں ایک انگریز مجسٹریٹ مسٹر جیمس پاٹن نے داروغہ جیل مقرر کروا دیا۔

قاسم علی خان ایک بہادر اور جنگجو سپاہی تھا۔ وہ صاحب سیف و قلم تھا۔ علمی لحاظ سے بھی اس کا مقام بہت بلند تھا۔ وہ بیک وقت پشتو، فارسی، اردو، انگریزی اور کشمیری جانتا تھا (۷)۔

قاسم علی آفریدی کے اردو دیوان کے مرتب سید خیال بخاری نے آفریدی کی ایک اور تصنیف رسالہ تصوف کا بھی ذکر کیا ہے۔ لیکن یہ دراصل اس کی خودنوشت کا تتمہ ہے جس کا تعلق اس کے عقائد سے ہے اُسے الگ تصنیف قرار دینا تحقیقی اعتبار سے درست نہیں ہوگا۔ تصوف کا ذکر دس ۱۰ اوراق پر مشتمل ہے۔ یہ تمام کتب ایک جلد میں بندھی ہوئی ہیں اور اسلامیہ کالج پشاور کے ذخیرہ مخطوطات کی رونق ہیں۔

ان تمام کتب میں صرف ایک کتاب ''دیوان اردو'' شائع ہو چکا ہے باقی کتب ہنوز غیر مطبوعہ ہیں۔

آفریدی نے اردو دیوان میں درج ذیل اصنافِ شاعری پر طبع آزمائی کی ہے۔

اردو غزلیات	۳۰۴
اردو رباعیات	۵۳
ہندی مخمس	۱
اردو چاربیتہ	۱
فارسی غزلیات	۳۶
فارسی رباعیات	۱۴

قاسم علی آفریدی کے اردو کلام کو متعارف کرنے کا سہرا پشتو اکیڈمی کے ایک سابق ڈائریکٹر خیال بخاری کے سر ہے۔ موصوف نے ۱۹۷۱ء میں اسے شائع کیا۔ مذکورہ دیوان کے قلمی نسخے اور مطبوعہ دیوان کے موازنے سے راقم الحروف اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ بخاری صاحب نے تدوینِ متن کے بنیادی اصولوں کا ہرگز خیال نہیں رکھا۔ مثلاً وہ خود لکھتے ہیں کہ انھوں نے مطبوعہ دیوان میں بعض غزلیں اس لئے شامل نہیں کیں کہ ان کا متن پڑھا نہیں جا سکا تھا۔ راقم الحروف نے آفریدی کے اردو دیوان کا یہ نسخہ اسلامیہ کالج پشاور کی لائبریری میں دیکھا ہے۔ کاتب اتنا خوشخط ہے کہ اس نسخے کی عکسی اشاعت زیادہ مفید ہوتی۔ طرفہ تماشا یہ ہے کہ مرتبِ دیوان آفریدی کی کوئی ۲۷ غزلیں چھوڑ گئے ہیں۔ دو چار جگہوں پر متن کی تخریج مشکل تھی لیکن بحیثیت مجموعی کتابت اتنی صاف اور واضح ہے کہ ان غزلوں کو نظرانداز کرنا سہل انگاری ہی کے زمرے میں لایا جا سکتا ہے۔
جو غزلیں مرتبِ دیوان سے رہ گئی ہیں ان کا پہلا مصرع درج کیا جاتا ہے۔

۱۔ قد عجب ہے رخ و عارضِ زیبا اچھا
۲۔ جب صنم خانے سے ظاہر وہ پری زاد ہوا
۳۔ میرے جیسے کا قصد لازم نہیں ہے نباز کرنا
۴۔ چشم مست اس کا شراب خوں دل متاں ہوا
۵۔ رنگ سبز عین غضب کیا لالہ گوں تحریر تھا

۶۔ الٰہی جمع خاطر کر دل امیدواروں کا
۷۔ اگر اس گلشن موہوم میں وہ گل نہیں ہوتا
۸۔ اگر اوس شوخ سے یکبار میں ہمدم نہیں ہوتا
۹۔ ہوا شمشیر زن ظالم تو اوسکو حس نہیں ہوتا
۱۰۔ بغل میں وہ کسی صورت سے میری سنگ دل ہوتا
۱۱۔ کوچہ میں محبت کے اے دل تو فدا ہونا
۱۲۔ صنما حسن نے تیرے مجھے مفتون کیا
۱۳۔ روز و شب دل کے تئیں آپ میں سرگم دیکھا
۱۴۔ براہ عشق ہوا کون رہنما دل کا
۱۵۔ تجھ کو ذرا نہیں ہے مطلق فراق میرا
۱۶۔ کچھ یار میرے سے نہیں جیسے جدا ہوا
۱۷۔ بعد مدت موسم کیا خوب آیا ہے بسنت
۱۸۔ بجز کباب ہے پینا شرابِ ناب عبث
۱۹۔ اپنا دل رویا یار کی گفتار میں آج
۲۰۔ جو کوئی یار کے کوچے میں اپنا آپ ہارے دل
۲۱۔ نہ صبح سے مجھے مطلب نہ کچھ ہے شام سے کام
۲۲۔ بد ہوا دنیا کا کیا راہ و رسم
۲۳۔ عجائب موتی پڑا تیری یزدان میں
۲۴۔ دلدادہ تیرے حسن کے آغاز کا ہوں میں
۲۵۔ کچھ خبر ہے جس کسی نے نالۂ شب گیر کیا
۲۶۔ نہ ہم نے آکے مے خانے میں اندر عام ایسے کی
۲۷۔ جب تک نہ شمع شعلہ کو سر اپنے دہر سکے

اس دیوان کے قلمی نسخے کے مطالعے سے متنی حوالے سے دو باتیں اہم ہیں اول یہ کہ کاتب بے شک خوشخط ہے لیکن املا کی روش یکساں نہیں رکھتا۔ دوم بعض الفاظ کی تذکیر و تانیث درست نہیں۔ اسے پشتو کا اثر کہا جاسکتا ہے لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ دکنی اردو میں بھی ان الفاظ کی تذکیر و تانیث پشتو کے مطابق ہے اس سے دکنی اور پشتو کے لسانی روابط کا ایک نیا گوشہ وا ہوتا ہے جو محققین کو دعوتِ تحقیق دے رہا ہے۔

قاسم علی خان ایک غیرت مند انسان صاحب قلم ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب سیف بھی تھا۔ اُس نے کئی معرکوں میں دادِ شجاعت بھی دی۔ قاسم علی آفریدی کی صحیح تاریخ وفات معلوم نہیں ہوسکی تاہم اس کی تصانیف اس امر پر شاہد ہیں کہ وہ ۱۲۲۵ھ تک بہرحال زندہ تھا۔ ۱۲۳۱ھ میں جب دیوانِ آفریدی (اردو) کے کاتب کلام الدین نے دیوان نقل کیا تو اس نے آفریدی کیلئے ماضی کا صیغہ استعمال کیا۔ جس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ وہ ۱۲۲۵ھ۔ ۱۲۳۱ھ کے درمیان کسی وقت انتقال کر گیا تاج سعید مرحوم کا یہ کہنا کہ وہ ۱۲۳۱ھ میں زندہ تھا تحقیقی اعتبار سے درست معلوم نہیں ہوتا (۸)۔

قاسم علی آفریدی کی شاعری میں دکن اور ایران دونوں کی بو باس موجود ہے۔ دکن میں طویل عرصہ تک قیام کی وجہ سے اس کی اردو شاعری پر یہاں کا مقامی رنگ غالب رہا۔ دکنی کے مخصوص الفاظ اور جملوں کی مخصوص بناوٹ اسے دکنی شاعروں کی صف میں لا کھڑا کر دیتی ہے جہاں آج ہم ضمہ استعمال کرتے ہیں اہل دکن اُسے ''واؤ'' سے بدل دیتے ہیں۔ مثلاً اُس کو اوس اور چُھری کو چھوری لکھتے ہیں۔

پھر جمع کے لئے مخصوص الفاظ جیسے عاشقاں، لوگاں، رقیباں وغیرہ الفاظ کا استعمال بھی دکن کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ اہل دکن کی طرح وہ محبوب کے لیے کبھی مذکر اور کبھی مونث کا صیغہ استعمال کرتا ہے۔ اس کا تصورِ محبوب، ولی کے محبوب سے بڑی مشابہت رکھتا ہے۔ چند اشعار بطور مثال:

بعد اُوسکے جو اگر سمجھے مناسب اے دل
قید ہونے کے تئیں چاہ زنخدان میں آ
فرصت اس وقت غنیمت ہے نکل ظلمت سے
سلجھ کر زلف سے رخسارۂ درخشان میں آ

باغ مکھڑے میں تیرے نرگس شہلا کو یار
لوگ دیتے ہیں تناسب تیری چشمان کو دیکھ

اوس ماہ رو کی دید کو لے شام صبح تک
رکھتا ہے وا ز چشم کو کب تمام شب

قتل وہ کرتا ہے مجھ کو پاس یاری کے سبب
بے سبب ہے دشمنِ جاں دوست داری کے سبب

آہ وصلت میں بھی آرام نہیں اس دل کو
ساتھ اوسکے ہے لگا خطرہ ہجراں بہ بغل

قاسم علی آفریدی کے کلام کے مطالعے کا ایک اور زاویہ تذکیر و تانیث کا بھی ہے۔ پشو کے تذکیر و تانیث کے اصول اردو کے اصولوں کا تقریباً الٹ ہیں۔ مثلاً آفریدی کے ہاں شام، ہجرت، لالچ، خلق، طاقت، آغوش مذکر ہیں جبکہ وصل، مدعا، اختیار، سخن اور اختیار مونث ہیں اور یہی حال دکنی اردو کا ہے۔ اب ہمارے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوجاتا ہے کہ آفریدی پشتون ہونے کی بناء پر ایسا لکھتا ہے یا دکن کی زبان کا اثر قبول کئے ہوئے ہے۔

آفریدی کے ہاں زبان کے حوالے سے ایک اور بدعت بھی پائی جاتی ہے۔ مثلاً وہ سہ حرفی الفاظ میں درمیانی ساکن کو متحرک کر دیتا ہے۔ مثلاً: حَشَر، شَرَم، حُلُم، جُرُم کے دوسرے حرف کو متحرک بنا دیتا ہے۔

علاوہ ازیں بعض الفاظ کی املا بھی عجیب ہے مثلاً وہ محلول، ہتک، التفات، مبحث، تعفن کو بالترتیب مہلول، ختک، الطفات، مجس، تافن لکھتا ہے۔ اسی طرح دکنی اردو کی طرح وہ ہائے مخلوط کا فرق بھی ملحوظ نہیں رکھتا۔ یہ اور اس طرح کے دیگر لسانی پہلو قاسم علی آفریدی کے دیوان کو مطالعے کے لئے دلچسپ بنا دیتے ہیں۔ لیکن کسی دوسرے مخطوطے یا آفریدی کے قلمی نسخے کی غیر موجودگی میں نتائج کی صحت مشکوک ہی رہے گی کیوں کہ یہ طے کرنا خاصہ مشکل ہوگا کہ اس میں ''کاتب'' کا سہو کسی حد تک کارفرما ہے۔

ولی کی طرح قاسم علی آفریدی کی شاعری میں عشقِ مجازی اور عشقِ حقیقی ساتھ ساتھ ملتے ہیں۔ یہاں بھی وہ دکنی ادب کی روایت کا پیرو کار نظر آتا ہے۔ لیکن یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ اس کی شاعری میں شمالی ہند کی شاعری کے مخصوص مضامین بھی کہیں کہیں اپنی جھلک دکھا جاتے ہیں:

۔ نظروں میں اپنی نظریں کس کی سمائیاں ہیں
برچھی کی جوں جگر میں نوکیں گڑائیاں ہیں

۔ جائے افسوس نہ عقبیٰ کا کیا کام ہنوز
وائے صد وائے ہوئے مفت میں بدنام ہنوز

۔ بے وفائی ، ستم و جور و جفا ناز و عتاب
اوس پری روکے ہیں ہمراہ یہ سب کیا کیا کچھ

۔ حال عاشق نہ پوچھ غیر سے
تیرے کوچے میں کیا مزار نہیں

۔ مدتاں گزری ہیں پیارے تیری سنتے گالیاں
ہیں مگر یہ گالیاں گو یا گلوں کی ڈالیاں

قاسم علی آفریدی کی ردیفیں عمدہ ہیں، بعض ردیفیں ولی اور قلی قطب شاہ کی یاد دلاتی ہیں۔ تاہم بعض ردیفیں اس کی اپنی دریافت معلوم ہوتی ہیں اور انھیں اُس نے نہایت کامیابی سے نبھایا ہے۔ مثلاً دونوایک، تینوایک، اور چاروں ایک، پشتو کے اثر سے ہیں لیکن انھیں اردو کلام میں اس خوبصورتی سے باندھا گیا ہے کہ اردو کا حصہ معلوم ہوتی ہیں: عاشقِ سوختہ دل ، خطِ صنم دونو ایک

جس طرح سنئے جدا شادی و غم دونوایک

جس طرح موت، قیامت ہے حشر تینوایک
شکمِ مادر و تہہ خانہ قبر تینوایک

ماتم و رنج ، الم، غم ہیں بہم چاروں ایک
ستم و جور ، جفا ، نازِ صنم چاروں ایک

قاسم علی آفریدی کے دیوان کی متعدد غزلیں ایسی ہیں جو اس قدر صاف اور نکھری ہوئی ہیں کہ بیسویں صدی کے کسی شاعر کی معلوم ہوتی ہیں اس سے آفریدی کی قادرالکلامی اور زبان پر دسترس کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

ایک غزل ملاحظہ فرمایئے:

نہ کر غرور تن و جاں رہے رہے نہ رہے
یہ عارضی سر و ساماں رہے رہے نہ رہے
جو لے گیا ہے میرے دل کو چھین ، دیکھئے اب
وہ شوخ مجھ پر بھلا مہرباں رہے رہے نہ رہے
مآل اپنے کی اے دل خبر رہے نہ رہے
یہاں پہ آہ کا تیری اثر رہے نہ رہے
ہم آپ ہو چلے رخصت بسان پروانہ
شمع کے نور کا شاید شرر رہے نہ رہے

ڈاکٹر جمیل جالبی قاسم علی خان کے حوالے سے رقم طراز ہیں۔

''میر و میرزا'' کا دور ہے اور اردو شاعری ایک نئے نقطہ عروج کو چھو رہی ہے کہ قاسم علی خان

آفریدی فصیح، شیریں اور سادہ زبان میں اپنی غزل کے نغمے چھیڑتا ہے۔اس کی غزل میں استادانہ رنگ بھی ہے اور قادرالکلامی بھی، ردیف کی معنویت، قافیے کا شعور اور مخصوص لہجہ اس کی شاعری میں ایسا رنگ بھرتا ہے کہ اس کی شاعری ہر پڑھنے والے کی توجہ اپنی طرف کھینچتی ہے۔۔۔"(۹)

فارغ بخاری قاسم علی آفریدی کے بارے میں لکھتے ہیں:

''آفریدی کی غزل میں تغزل کے اعلیٰ نمونے ملتے ہیں لیکن انھوں نے غزل کو محض تغزل تک محدود نہیں رکھا بلکہ اس میں دوسرے مضامین کو بھی نہایت فراخ دلی سے جگہ دی ہے۔خصوصاً تصوف کے موضوع کو اپنا کر وہ میر تقی میر پر سبقت لے گئے ہیں۔اور اس طرح انھیں بیک وقت میر درد اور میر تقی دونوں کے سامنے لایا جاسکتا ہے۔''(۱۰)

غرضیکہ قاسم علی آفریدی صوبۂ سرحد کا مایہ ناز اردو شاعر ہے جس نے سرحد سے باہر رہ کر سرحدی روایات کو اپنائے رکھا اور یہ ثابت کیا کہ اردو شاعری کی ترقی میں پٹھان شعراء کا کردار کسی سے بھی کم نہیں رہا۔

حوالہ جات:

۱۔ جمیل جالبی ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو جلد اول: مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۷۵ص ۷۰۵

۲۔ ایضاً ص ۷۰۶

۳۔ فارغ بخاری رضا ہمدانی، ادبیات سرحد جلد سوم نیا مکتبہ پشاور ۱۹۵۵ص ۱۵۱

۴۔ دیوانِ معز اللہ مہمند: پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی ۱۹۶۱ء

۵۔ رسالہ آفریدی (قلمی): مخزونہ اسلامیہ کالج پشاور لائبریری، ص ۴

۶۔ قاسم علی آفریدی نے اپنے والد کی تاریخ وفات پشتو نظم میں لفظ ''قصبغ'' سے نکالی ہے جس کے اعداد ۱۱۹۲ھ بنتے ہیں۔خود آفریدی نے اس امر کی صراحت کی ہے کہ والد کی وفات کے وقت اس کی عمر نو ۹ سال تھی۔

۷۔ فارغ بخاری، رضا ہمدانی، پشتو شاعری، انجمن ترقی اردو کراچی، ۱۹۶۶ء

۸۔ تاج سعید، پشتو ادب کی مختصر تاریخ، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۹۵ء ص ۶۲

۹۔ جمیل جالبی ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو جلد اول: مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۷۵ء ص ۷۰۶

۱۰۔ فارغ بخاری، رضا ہمدانی، ادبیات سرحد جلد سوم، ۱۹۵۵ء ص ۱۴۵

کتابیات:

۱۔ ادبیات سرحد، جلد سوم فارغ بخاری/رضا ہمدانی، نیا مکتبہ پشاور، ۱۹۵۵ء

۲۔ آفریدی (رسالہ قلمی)، قاسم علی آفریدی۔مخزونہ اسلامیہ کالج پشاور

۳۔ پشتو ادب کی مختصر تاریخ، تاج سعید: مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۹۵ء

۴۔ پشتو شاعری: فارغ بخاری/رضا ہمدانی، انجمن ترقی اردو کراچی، ۱۹۶۶ء

۵۔ تاریخ ادب اردو: جمیل جالبی، جلد اول: مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۷۵ء

۶۔ دیوان قاسم علی آفریدی، مرتبہ خیال بخاری: پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی، ۱۹۷۱ء

۷۔ دیوان معز اللہ مہمند: پشتو اکیڈمی: پشاور یونیورسٹی، ۱۹۶۱ء

☆☆☆